فلسطین کی تحریک آزادی کے صحیح واقعات

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا خصوصی بلیٹن۔

شایع کردہ صیغہ خارجہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی
سوراج بھون۔ الہ آباد
اگست ۱۹۳۶ء

باہتمام اسد انصاری اشاعت العلوم پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

سبب تالیف

ہندوستان میں ہر مذہب و ملت کے لوگ فلسطین کی تحریک آزادی کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں بعض حلقوں میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فلسطین کی جدوجہد یہود اور اہل اسلام کی باہمی مذہبی نزاع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو واقعات کا صحیح علم ہو تاکہ اس جنگ آزادی کی اہمیت پورے طور پر اُن پر روشن ہو جائے فلسطین کے حالات کے مطالعہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جدوجہد نہ مذہبی ہے نہ کسی مخصوص طبقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ صحیح معنی میں عرب قوم کی اپنے قوم کو آزاد کرانے کی تحریک ہے تاکہ اُن کا ملک برطانوی ہوس ملک گیری کی گرفت سے نجات پائے۔ ان واقعات پر غور کرنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ برطانوی امپیریلزم کی اندرونی کارروائیاں کیا ہیں۔ ان حالات کا موازنہ کرنے سے ہم خود اپنے ملک کے بعض مسائل مثلاً ہندو مسلم سوال کو کسی قدر زیادہ سمجھ سکتے ہیں ہندوستان کی طرح فلسطین کا بھی سب سے بڑا سوال آزادی وطن کا سوال ہے یعنی یہ کہ آیا ایک ملک میں بسنے والے اپنے اوپر خود حکومت کریں یا مجبوروں کی طرح برطانوی سامراج کے نیچے دبے رہیں اور اُس کے اغراض کو پورا کرتے رہیں

اس خیال سے کہ ہمارے ہموطن فلسطین کے مسئلہ کو زیادہ بہتر طور پر سمجھیں اور اُس پر صحیح رائے قائم کریں ہم مندرجہ ذیل سرکاری اور دیگر مستند بیانوں کے اقتباسات شائع کر رہے ہیں۔ یہ بیانات زیادہ تر برطانوی دارالعوام کی بحث دربارۂ فلسطین مورخہ ۱۹ر جون ۱۹۳۶ء کے ترجمہ کی رپورٹ مطبوعہ ہنیسرڈ سے لئے گئے ہیں۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا خارجی صیغہ ان اقتباسات کے لئے تحریک امتناع جنگ کے نامور کارکن مسٹر ریجینلڈ رینالڈز کا ممنون ہے جن کی خدمات سے یہ ملک بے خبر نہیں ہے۔

(الف) فلسطین کے نئے طرز حکومت یعنی برطانوی "امانت برداری" (Mandate) کی ابتدا

مسٹر ہربرٹ مارلین (ممبر لیبر پارٹی) نے دوران بحث میں فرمایا:-

"یہ صحیح ہے کہ دوران جنگ عظیم میں (عربوں سے) کچھ وعدے کئے گئے تھے میں تاحال ان وعدوں کی تہ تک نہیں پہنچا ہوں لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ دول متحدہ اور اُن کی شریک حکومتوں نے ایک ہی وقت میں مختلف قوموں سے فلسطین حوالہ کردینے کا وعدہ کرلیا تھا۔ اس کا سبب ہمارے فوجی اغراض تھے اور مجھے اندیشہ ہے کہ ان وعدوں کی وجہ سے ہم ایک جنجال میں پھنس گئے ہیں"[1]

مسٹر لائڈ جارج (لبرل پارٹی) جو دوران جنگ میں انگلستان کے وزیر اعظم اور اس لئے اس معاملہ میں ذمہ دارانہ حیثیت رکھتے ہیں فرمایا:

"جب مسٹر بالفور نے اپنا اعلان شایع کیا وہ گھڑی ہمارے لئے جنگ عظیم میں بڑی ہی نازک تھی۔

میں آپ حضرات کو وہ حالات یاد دلانا چاہتا ہوں[2] جن میں عربوں سے وعدے کئے گئے تھے۔ اس وقت کیفیت یہ تھی کہ فرانسیسی فوج نے حکم ماننے سے انکار کردیا تھا۔ اطالوی فوج میں مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی اور اس وقت تک امریکہ نے ہماری

---

[1] مسٹر بی۔ ایس۔ ارسکن نے بھی اس نکتہ پر اپنی تصنیف "عربوں کا فلسطین" میں روشنی ڈالی ہے۔
یہ بات قابل غور ہے کہ برطانوی حکومت نے ابھی تک شریف مکہ سے اپنے دوران جنگ کے مراسلات شایع نہیں کئے ہیں

[2] اس زمانہ میں فلسطین میں عرب اور یہودیوں کا تناسب آبادی دس اور ایک کا تھا

امداد اور شرکت کے لئے کوئی باضابطہ قدم نہیں اُٹھایا تھا۔ دنیا کے سب سے بڑے فوجی اتحاد سے مقابلہ تھا اور اس کے لئے برطانیہ اکیلا رہ گیا تھا۔ ایسی صورت میں ہمارے لئے سوائے اس کے چارہ ہی کیا تھا کہ جس طرح ممکن ہو اپنے حامی اور مددگار پیدا کریں۔ دنیا بھر کی اطلاعات اور صورت حالات پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہونچے کہ بغیر یہودیوں کی حمایت کے ہمارا کام نہیں چلے گا۔ میں آپ حضرات کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تعصب یا جانبداری ہمارے اس نتیجے پر پہنچنے کا باعث نہ تھے اور غیر اہل عرب کے خلاف تو ہمارے لئے تعصب کا سوال ہی کیا ہو سکتا تھا جب کہ ہماری صدہا بلکہ ہزارہا فوجیں اس وقت عربوں کو ترکوں سے نجات دلانے میں برسر جنگ تھیں

ان حالات میں[1] اور کافی مشورہ اور غور کرنے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم دنیا کی اس ممتاز ترین قوم یعنی یہود کے سامنے دست سوال دراز کریں۔ اس سے پہلے یہودی روس اور امریکہ میں ایسے آڑے وقت میں ہمارے کام آچکے تھے جب روس ہمیں تنہا چھوڑ کر چل کھڑا ہوا تھا۔ ایسی صورت میں ہم نے اتحادیوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ فلسطین کے ''وطن یہود'' ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ فرانس، اٹلی اور امریکہ نے اسے مان لیا دوسرے اتحادیوں نے بھی اسے منظور کر لیا۔ اسکے علاوہ وہ حکومتیں جن پر لیگ مشتمل تھی، انہوں نے اس تجویز کو اپنایا۔ رہے یہود

۱؎ کرنل لارنس نے اپنے مشہور تصنیف ''حکمت کے سات ستون'' میں لکھا ہے کہ ''بلا شبہ ہم (دول متحدہ کو لڑائی میں فتحیاب کرانے کے لئے لڑ رہے ہیں ۔۔۔۔ اگر کبھی اس کی نوبت پہنچی تو (اتحادیوں کی خاطر) ہمیں عرب قربان کرنے پڑیں گے۔''

سوا اس کے متعلق میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہودیوں نے دل کھول کر اور اپنے اثر سے پوری طرح کام لے کر ہماری اپیل پر لبیک کہا۔ خدا معلوم آپ حضرات کو اس کا اندازہ بھی ہے یا نہیں کہ انگریزی قوم اپنے بقا اور کامرانی کے لئے ڈاکٹر وائزمان (مشہور یہودی رہنما) اور ان کے حکیمانہ دماغ کی کس درجہ ممنون احسان ہے۔ اُس وقت جب ہماری بڑی توپوں کے بعض اجزائے ترکیبی بالکل ختم ہو گئے تھے اور ہمارا کام کسی طرح نہیں چل سکتا تھا عین اس عالم میں اس عظیم المرتبت سائنسداں نے اپنی خداداد قابلیت سے کام لیکر اس پیچیدگی کو حل کیا اور ہماری جان بچائی۔ لیکن خدارا یہ نہ سمجھئے کہ ڈاکٹر موصوف ہی تنہا یہودی ہیں جنھوں نے ہماری دستگیری کی۔ صدہا بنی اسرائیل اور بھی ہیں جن کی امداد ہمارے شامل حال رہی ہے یہودی قوم کا ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان ہے کہ ہم اس قوم کو بھلا کر اس بار گراں سے عزت کے ساتھ سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

(ب) برطانوی امپیریلزم میں "امانت برداری" کا کیا درجہ ہے

مسٹر ایمری نے (قدامت پسند پارٹی)، نو آبادیات اور برطانوی بیڑہ کے وزیر رہ چکے ہیں فرمایا۔

برطانوی سامراج کے تحفظ اور فوجی اعتبار سے ہمارے لئے فلسطین کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ جس طرح لندن کے ریل کے نظام میں کلیپھم کو مرکزیت کا رتبہ حاصل ہے اسی طرح انگلستان اور ایشیا اور افریقہ کے مابین ہوائی راستوں کا مرکز فلسطین ہے۔ بحیرۂ روم کے نئے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحری اعتبار سے اس کی

اہمیت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ یہ نظر آتا ہے کہ جو حکومت قبرس فلسطین اور مصر پر قدم جمالیگی صرف یہی نہیں کہ نہر سویز کے دروازے اُس کے لئے ہر وقت کھلے رہینگے بلکہ سارے کے سارے مشرقی بحر روم پر بھی اُس کا دبدبہ ہو گا۔ یہ مانا کہ از روئے قانون ہم اس کے مجاز نہیں ہیں کہ "امانت بردار" ہوتے ہوئے فلسطین میں بحری مرکز قایم کریں لیکن بایں ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اب حیفا کا شمار بحر روم کے عظیم ترین بندرگاہوں اور صنعت کے بڑے مرکزوں میں ہونے لگا ہے۔ اس کے علاوہ تیل کا بڑا مرکز ہے جو لڑائی کے زمانہ میں ہمیں اور کسی مقام سے اتنی سہولت سے دستیاب نہیں ہو سکتا۔ ایسی حالت میں آپ خود اندازہ کر لیجئے کہ ہمارے لئے حیفا کی کیا اہمیت ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عقبہ اور حیفا کے درمیان ریلوے بن جائے اس صورت میں نہر سویز تک آنے جانے کا ایک دوسرا راستہ نکل آئے گا۔

کرنل کلفٹن براؤن (قدامت پسند پارٹی) نے اس موقعہ پر کہا کہ:-

"میرے دوست مسٹر ایمری نے فلسطین کو مشرق قریب کے کلیپہم جنکشن سے تشبیہ دی ہے اور میں اس کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔ وسایل آمد و رفت کا خیال رکھتے ہوئے فلسطین دولت برطانیہ کا سب سے اہم مرکز ہے...... اس لئے اپنے مفاد کا خیال رکھتے ہوئے ہمیں برابر اس کا لحاظ رکھنا پڑے گا کہ اس ملک میں کوئی قوم ایسی نہ بس جائے اور قومیت کے جذبہ میں ایسی مبالغہ آمیز ترقی نہ ہو کہ ہماری جان کے لالے پڑ جائیں۔

کمانڈر لاکر لیمپسن (قدامت پسند) نے کہا کہ:-

حضرات۔ ظاہر ہے کہ اگر عرب اور یہود اپنے حال پر چھوڑ دئے جائیں تو کوئی وجہ لڑائی جھگڑے کی نہیں ہے۔ مگر بدنصیبی سے باہر والوں کا مطلب حاصل ہی اس صورت

میں ہو سکتا ہے کہ امن و آشتی کی فضا مکدر ہو جائے بعض لوگ فلسطین کا تذکرہ اس انداز سے کرتے ہیں گویا ہم اس ملک کو بنی اسرائیل کیلئے مخصوص کر دینا چاہتے ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہماری تمھاری زندگی میں "امانت برداری" سے زیادہ حیات افزا چیز برطانوی سامراج کے حق میں شاید ہی اور کوئی پیدا ہوئی ہو۔ کاش ہماری سمجھ میں یہ ادنیٰ سی بات آجائے کہ جدید فوجی حکمت عملی کے لئے فلسطین کا وجود ہمارے لئے ناگزیر ہے"

اس کے بعد آپ نے قسطنطنیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"جدید ہوائی طاقت نے قسطنطنیہ کو مرکزیت کے منصب سے معزول کر دیا ہے۔ آنے والے عالمگیر فوجی واقعات کا فیصلہ کن مرکز اب ایک دوسری رہگذر یعنی نہر سویز ہو گی ...... ہمیں فلسطین میں بسانے کے لئے یہود کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اس لئے کہ جیسے میرے دوست مسٹر ایمری نے فرمایا برطانوی استعمار کا مفاد اس میں مضمر ہے"

مالٹا سے اب یہ کام نہیں لیا جا سکتا۔ اس لئے اب ہمیں ایک دوسرے اور قطعاً محفوظ مرکز کی ضرورت ہے جس کے بل بوتے پر ہم انگلستان سے مشرقی ممالک کی طرف ہوا میں جا سکیں اور ایسے مقام پر بے خطر اُتر سکیں جو بالکل محفوظ ہو۔ جس وقت لارڈ ایلنبی نے فلسطین پر قبضہ کیا تو ہمیں وہ بات حاصل ہو گئی جو اب تک نہ ہوئی تھی یعنی اُس نے بحری قوت کے ڈانڈے لا کر فلسطین سے ملا دیئے اور فلسطین فتح کر کے نہر سویز کی طرف سے اطمینان کر دیا

ہمارے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم مصر پر قبضہ کر کے نہر سویز کی اکیلے حفاظت سے حفاظت کر سکیں ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خود فلسطین میں ہمارے مفاد مستحکم ہوں اور ایسے لوگ اس ملک میں آکر بسیں جو حملہ کے وقت اس کی حفاظت کریں۔"

(ج) عربوں کی مانگ جمہوری حقوق کے بارے میں

مسٹر آرمسی گور وزیر نو آبادیات نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ:-

"عربوں کی مانگیں یہ ہیں کہ یہودیوں کی آمد بالکل بند کر دی جائے۔ زمینوں کی فروخت روک دی جائے اور بجائے موجودہ نظام حکومت کے ایک قومی حکومت قائم کی جائے جو ایک منتخب شدہ جمہوری قانون ساز مجلس کی پابند ہو۔ عربوں کی یہ تین بڑی مانگیں ہیں اور ایمان کی بات یہ ہے کہ ان مانگوں کو پورا کرنا ہمارے بس سے باہر ہے"۔

مسٹر ٹی۔ ولیمس (لیبر پارٹی) نے اس سلسلہ میں کہا کہ:-

"میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو ہڑتال فلسطین کی ہڑتال کمیٹی نے شروع کی ہے اُسے مزدوری یا محنت کے اوقات کے گھٹانے، اور مزدوروں کی دوسری شکایات یا اُن معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے جو بالعموم ہمارے اور دوسرے ملکوں میں مزدوروں کی ہڑتال سے متعلق سمجھے جاتے ہیں۔ یہ قومی تحریک کا خالص سیاسی حربہ ہے جس کا مقصد یہودیوں یا مالکوں کی بذاتہ مخالفت نہیں بلکہ "امانت برداری" کے پورے طرز حکومت اور امانت بردار حکومت کو برطرف کرنا ہے

عرب ہڑتال کے لیڈر آخر چاہتے کیا ہیں؟ میرے دوست مسٹر آرمسی گور نے فرمایا کہ یہودیوں کی آمد کو روکنا انتقال اراضی کو بند کرنا اور جمہوری نظام حکومت قائم کرنا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ مطالبات نفس "امانت برداری" کے مقصد اور مدعا کے برعکس ہیں اور میں اس میں یہ بھی اضافہ کر دوں کہ خود عرب مزدور اور کسانوں کے حقیقی مفاد کے خلاف ہیں"۔

(د) ہنگامے اور دورِ تشدد

مسٹر آرمسی گور وزیر نو آبادیات نے شاہی تحقیقاتی کمیشن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کمیشن کے تقرر کے اعلان کے بعد فلسطین میں ہنگامے اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ اب کیفیت یہ ہے کہ متواتر آٹھ ہفتہ سے ہنگامہ آرائی اور اس کے ساتھ غیر یہودی دوکانداروں، موٹر والوں، بندرگاہ جافہ کے کام کرنیوالوں مختصراً یہ کہ تقریباً سارے کے سارے عرب صنعتی مزدوروں کی عام ہڑتال جاری ہے اس ہڑتال میں بہت سے شہروں کی میونسپلٹیاں بھی شریک ہو گئی ہیں گو تا حال خاص خاص کام جاری ہیں۔ مجھے اس کا بھی علم ہے کہ ہڑتال کے کامیاب بنانے میں بیجا دباؤ ڈالنے کی ضرورت بہت کم پڑی ہے۔ تحریک ہڑتال سے عربوں کی بیشتر آبادی کو کامل ہمدردی ہے"

فلسطین کے فوجی انتظامات کا تذکرہ کرتے ہوئے وزیر نو آبادیات نے غیر معمولی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں فرمایا کہ :-

میں اس موقعہ پر آپ حضرات کی توجہ اُن قوانین کی بعض دفعات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

(۱) ۱۲ جون کو ایک نیا قانون اس بارے میں بنایا گیا ہے کہ جو کوئی پولیس یا فوج کے کسی آدمی پر گولی چلائے یا بم پھینکے اس نیت سے کہ موت یا اذیت واقع ہو تو ایسا شخص سزائے موت یا حبس دوام کا مستوجب ہوگا۔

(۲) ۲ ار کے ایک نئے قانون کی رو سے تخریب اور غارتگری کی سزا حبس دوام ہوگی

(۳) گورنمنٹ اب اس کی مجاز ہے کہ امن عامہ اور منفعت عوام کی خاطر جس کارخانہ یا رہائشی مکان کی ضرورت سمجھے اُس پر قبضہ کرے یا جن ایندھن کے گوداموں اور دوسری چیزوں کو ناگریز سمجھے اُنھیں اپنے تصرف میں لے آئے

(۴) وسائل آمد و رفت کی روک تھام اور لیسنس دینے یا نہ دینے کا اب پولیس کو پورا پورا اختیار ہے۔

(۵) گورنمنٹ جہاں چاہے لوگوں کی آمد و رفت کے اوقات کا تعین (CARFEW ORDER) کر سکتی ہے

(۶) ڈاک کی نگرانی اور تلاشی کے اختیارات مل گئے ہیں

(۷) اب فلسطین کے ہائی کمشنر کو جلا وطنی کے اور مقامی میونسپل کمشنروں کو ایک سال تک نظر بند رکھنے کے اختیارات عطا کیے گئے ہیں

(۸) اسلحہ اور گولی بارود کی خرید فروخت ممنوع قرار دیدی گئی ہے اور ہر اسلحہ بند شہری کے ہتھیار ضبط کئے جا سکتے ہیں یا کم از کم وہ مال خانہ یا کسی محفوظ جگہ پر اپنے اسلحہ جمع کر دینے کے لئے مجبور کیا جا سکتا ہے

(۹) مکانوں میں داخل ہونے خانہ تلاشی اور بلا وارنٹ گرفتاری کے نئے اور وسیع اختیارات پولیس کو تفویض کر دیے گئے ہیں

(۱۰) جن شہروں اور گاؤں کی آبادی کے متعلق شبہ ہے کہ اس کے لوگ جرائم یا تشدد اور خلاف قانون حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں یا ایسے اعمال کے ارتکاب سے چشم پوشی کرتے رہے ہیں ان پر فوراً جماعتی جرمانہ کیا جا سکتا ہے

(۱۱) ایسے رہائشی مکان یا عمارتیں جہاں سے بم یا گولیاں چلی ہوں یا دیہاتی علاقوں میں ایسے مکانات جہاں لوگ قتل، تشدد یا مداخلت بیجا کے یا تو خود مرتکب ہوئے ہوں یا ان جرائم کے ارتکاب میں اعانت کی ہو اور مجرم کا پتہ نہ چلے تو حکومت کو اختیار ہے کہ ان مکانوں یا عمارتوں پر قبضہ کرکے منہدم کردے۔"

تعذیری قوانین کے سلسلہ میں موصوف نے فرمایا کہ:-

گرفتاریوں، مقدمات اور سزاؤں کے حسب ذیل اعداد کی مجھے تاحال اطلاع ملی ہے۔

(۱) عرب (جس میں مسلمان اور عیسائی دونوں شامل ہیں) ۱۸۲۳ ماخوذ ہوئے جس میں ۱۲۰۶ سزایاب ۳۶ بری اور ۱۲۰ پر اس وقت استغاثے دائر ہونے والے ہیں یہودی -۱۸۰ ماخوذ ہوئے ۲۲۰ سزایاب ہوئے ۲۴ بری اور ۷۶ پر استغاثے دائر ہونے والے ہیں)

جماعتی جرمانے اُن دیہاتوں پر لگائے جاتے ہیں جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ لوگوں نے زیادتی کی ہے یا آگ لگانے اور تشدد کرنے میں بالخصوص رات کے وقت حصہ لیا ہے اور جہاں مجرموں کی شناخت ناممکن ہے۔ ابتک ۲۰ مختلف قسم کے گاؤں پر اس قسم کے جرمانے ہو چکے ہیں۔ علاوہ بریں ۲۷ گاؤں میں پولیس کی چوکیاں قائم کی گئی ہیں جن کا خرچہ وہاں کی آبادی کے ذمہ پڑیگا۔ ۱۰۸ عرب لیڈر اس وقت سرفند کی حراست گاہ میں ہیں۔ ۳۲۰ نظربند ہیں نگران ہیں سے زیادہ تر لوگ چند دنوں میں سرفند پہنچا دیئے جائینگے یہ بھی قابل غور ہے کہ محبوسین میں ۲ یہودی اور ۲ ارمنی کمیونسٹ شامل ہیں اور ۶۰ یہودی کمیونسٹ نظربند ہیں۔ ایک یہودی پولیس کی نگرانی میں ہے۔

مجروح اور مقتولوں کی تعداد حسب ذیل ہے:۔

	مسلم	عیسائی	یہودی
اموات	۴۲	۴	۲۸
سنگین ضرب	۱۰۹	۲۴	۶۵
خفیف ضرب	۲۷۵	۵۴	۸۴

مسٹر گلیکر نے اس نکتہ کو واضح کرادیا کہ عیسائیوں میں عرب باغی عیسائی بھی شامل ہیں وزیر نوآبادیات نے فلسطین کی آبادی کے متعلق حسب ذیل اعداد دئے:۔

مجموعی آبادی تقریباً ۱۲ لاکھ ہے جس میں مسلمان ۵۹۰۰۰۰، یہودی ۳۲۰۰۰۰ اور نصاریٰ ۱۰۳۰۰۰ ہیں۔ ۶۶ ہزار کے قریب بدوی لوگ بستے ہیں۔

مباحثہ کے اختتام پر وزیر نوآبادیات نے فرمایا کہ

"یہ غلط ہے کہ برطانوی سامراج اس معرکہ میں دب گئی ہے۔ ہم نے طے کرلیا ہے کہ چاہے سخت کارروائیاں کیوں نہ کرنی پڑیں ہم اس جدوجہد میں ضرور فتحمند ہوں گے [1]"

ارل ونٹرٹن سابق نائب وزیر ہند نے اس موقعہ پر فرمایا کہ:۔

"...... مانا کہ فلسطین کی ہڑتال انگریزی معنوں میں مزدوری بڑھانے یا محنت کے اوقات گھٹانے کیلئے نہیں کی گئی لیکن اگر عربوں کا دیانت داری کے ساتھ

---

[1] مندرجہ ذیل تار اخبار "مینچسٹر گارڈین" کی ۱۵ر جون کی اشاعت میں شایع ہوا ہے۔

"رائل لنکاشایر رجمنٹ کے ایک افسر نے ایک مشتبہ صورت عرب کو دیکھتے ہی اُس پر طمنچہ سے فیر کیا اور اس کے بعد اُسے گرفتار کرلیا۔ بہت سے پاس پڑوسی عرب اُس کے گرد جمع ہوگئے مگر اُس نے سب کا مقابلہ کیا۔ غالباً اس افسر کی چابکدستی کی بدولت یہ عرب پہلا شخص ہوگا جس پر نئے قانون کی رو سے سزائے موت عاید کی جائے گی"

یہ خیال ہے کہ اُن کے حق میں زیادتی ہوئی ہے ..... اگر بعض سیاسی عقیدوں کا اُن کے دل پر گہرا نقش ہے تو اس وقت تک جب تک وہ پُرامن طریقوں سے کام لیں اُنھیں ہڑتال کرنے کا پورا حق ہے۔ میری یہ توقع ہے کہ لوگ ہمارے بحث مباحثہ سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ ہڑتال صرف اس صورت میں جائز ہے جب مانگیں مزدوری محنت کے اوقات اور دوسری مزدور شکایتوں پر موقوف ہوں فلسطین کے موجودہ عام مظاہروں کا سبب کچھ اور ہی ہے" جماعتی جرمانوں کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ کہ "..... جب آئرلینڈ کے ہنگاموں کے زمانہ میں ایک شخص نے جماعتی جرمانوں کی تجویز پیش کی تو مجھے خوب یاد ہے کہ سیاسی حلقوں میں ایک شور برپا ہو گیا" حراست گاہوں کے بارے میں اہل موصوف نے فرمایا کہ "شاید ہی جرمنی میں ہٹلر کو اس درجہ ویران اور غمناک مقام حراست گاہیں بنانے کے لئے نصیب ہوا ہو جیسا کہ فلسطین کی حکومت نے اپنے قیدیوں کے لئے چُنا ہے۔ میری نیت یہ نہیں ہے کہ طنزیہ فقرہ کہوں لیکن میں حیران ہوں کہ ہمارے انتہا پسند دوستوں نے ان کارروائیوں کی کیونکر حمایت کی؟[1]

علاوہ سامراج پسند حلقوں کے لیبر پارٹی کے ممبروں نے بھی دارالعوام میں امانت برداری" اور یہودیوں کے متعلق برطانوی پالیسی کی سنجیدگی سے حمایت کی اور تان اس پر توڑی کہ:-

(۱) ابھی تک فلسطین کے عربوں کی بہت زیادہ اراضی یہودیوں کے حق میں منتقل نہیں ہوئی ہے

(۲) امانت برداری کے زمانہ میں یہودیوں کی آمد سے ملک کی حالت پہلے سے بدرجہا بہتر ہے

اس کے جواب میں کہا گیا کہ:-

کرنل کلفٹن براؤن ..... ابھی تک صحت کے ساتھ اس کا اندازہ نہیں ہوا ہے

---

[1] ہم ہندوستانی حیران ہیں کہ ارل ونٹرٹن نے اُن سب باتوں کی مذمت کی ہے جس پر وہ ہندوستان میں اپنے عہد وزارت میں عامل رہے ہیں۔ ع ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

کہ یہودیوں کے جدید طرز زراعت سے ملک کا بھلا ہوا ہے۔ یہودیوں نے شروع میں بہی بڑا روپیہ لگا دیا ہے اور بہت ممکن ہے کہ بعد میں جا کر پتہ چلے کہ یہ طریق کاشت نہایت گراں ہے۔

مسٹر گلیکر (کمیونسٹ ممبر)

"غور فرمایئے کہ یہ "امانت برداری" کا طریقہ کس نے نکالا؟ دول متحدہ نے جو لیگ اقوام پر حاوی ہیں، مسولینی نے حبش پر امانت برداری عاید کر رکھی ہے اور گو قانونی حیثیت اسکی اس درجہ بلند نہیں جس طرح فلسطین کے طرز حکومت کی لیکن حبش میں بھی "امانت برداری" کارفرما ہے۔ وزیر نو آبادیات نے جو نئے قانون "سزائے موت" "تخریب مکانی" "گرفتاری" وغیرہ کے بارے میں پیش کئے ہیں میں نے سب بغور سنے ہیں لیبر پارٹی کے ممبروں کے رویہ کو سمجھنے سے قاصر ہوں میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جس مقام پر تم فلسطین کے رہنماؤں کو حراست میں رکھتے ہو وہ زار روس کے زمانہ کے سائبیریا سے بھی بدتر ہے؟

لاتعداد عرب لیڈر گرفتار ہو چکے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ عرب لیڈر پونجی والے سرمایہ دار ہیں میں وزیر نو آبادیات کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ ایک دولتمند لیڈر کا ہمارے سامنے نام پیش کریں۔ عرب رہنماؤں میں زیادہ تر ڈاکٹر، مدرسوں کے اُستاد اور دوسرے لوگ ہیں۔

بعض ارکان دارالعوام۔ اور کمیونسٹ!

مسٹر گلیکر۔ ہاں اور کمیونسٹ اس لئے کہ جہاں کوئی مظلوم قوم بستی ہے یا جہاں کہیں مزدوری کی محنت غصب کی جاتی ہے وہاں آپ کو کمیونسٹ ضرور ملیں گے۔

لیبر پارٹی کے بعض ممبروں نے یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ فلسطین میں درپردہ بیرونی اثرات (بالخصوص جرمنی اور اٹلی) کام کر رہے ہیں۔ بیرونی اثرات کا انکار کب کیا گیا ہے لیکن اصلی سوال یہ ہے کہ عرب قوم کی شکایتیں اصلیت پر مبنی ہیں یا نہیں۔ انکے متعلق میرے دوست کرنل کلفٹن براؤن نے فرمایا ہے کہ۔

"ہمیں خوب معلوم ہے فلسطین کے ہنگامے خالصًا اضطراری ہیں، دوران میں کسی کا ہاتھ نہیں ہے اور جیسا کہ ابھی ایک لارڈ نے فرمایا ان میں سب جماعتوں کے عرب شریک ہیں .... اس سلسلہ میں حکومت سے کچھ سوالات کرتا ہوں "گزشتہ" سال میں فلسطین کے عربوں کی تحریک کے سلسلے میں کیا کیا واقعات ہوئے ہیں؟ کیا اب تک حکومت برطانیہ نے عرب قوم کے شبہات اور تشویش کے دور کرنے کیلئے کوئی کارروائی کی ہے؟ کیا ۱۹۲۹ء کے تحقیقاتی کمیشن کی سفارشات پر عمل ہوا ہے؟ جب ہم اس کمیشن کی تحقیقات اور برطانوی حکومت کے رویہ پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ ہی نہیں بلکہ گزشتہ لیبر گورنمنٹ نے بھی عملاً کچھ نہیں کیا۔

فلسطین کے بارے میں لیبر گورنمنٹ کی کارگذاری کے متعلق کرنل کلفٹن براؤن نے کہا کہ: "لارڈ پیسفیلڈ نے ایک جریدہ شائع کیا تھا جس میں "امانت برداری" کی تشریح کی گئی تھی اس موقعہ پر موجودہ وزیر اعظم اور دوسرے لوگ اخبار ٹائمس لندن میں اس امر کی تحریریں شائع کرائیں کہ ہمیں اس نئے طرز حکومت سے یہود دشمنی اور عرب دوستی کی بو آتی ہے چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ اُس عہد کے وزیر اعظم کو ڈاکٹر وائزمان کے نام شفقت آمیز لہجہ میں خط لکھکر سمجھانا پڑا کہ اس قسم کی تاویل اصل منشا کے خلاف ہے و برعکس نہند نام زنگی کافور۔ پھر اگر عرب اس کا یہ مطلب سمجھے کہ اُن کے ساتھ غداری ہوئی ہے تو اس میں بیجا کیا بات تھی خاص کر ایسی حالت میں جب کمیشن کی کھُلی ہوئی سفارشات بجائے مفید مطلب ہونے کے عربوں کے خلاف استعمال کی گئیں ۔ ط

ط معلوم ہوتا ہے کہ باہمی نفاق ڈالنے کے لئے برطانوی استعمار باری باری سے کبھی یہودیوں کو اور کبھی عربوں کو دلاسا دیتا ہے۔ برطانوی سامراج کی حکمت عملی میں پھوٹ ڈال کر حکومت کرنے کا طریقہ کوئی انوکھا نہیں ہے اور خیر ہندوستان میں تو بارہا اس کا تجربہ بھی کیا جا چکا ہے۔

سامراج کا آیندہ قدم - ملک گیری یا انصاف؟

حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب برطانوی حکمت عملی شاہی کمیشن کا سوانگ رچےگی ۱۹ر جون کو ایک سوال کے جواب میں وزیر نوآبادیات نے فرمایا کہ "میرے خیال میں اس تحقیقاتی کمیشن کے ممبر سب کے سب انگلستان کے عیسائی نژاد ہوں گے۔"

یہ صورت حالات قطعاً اطمینان بخش نہیں ہے۔ اصلی سوال یہ ہے کہ فلسطین پر حکومت کرنے کا حق کس کو ہے، عربوں کو یا برطانوی سامراج کو؟ یہودیوں اور عربوں کی نزاع اس سوال کا چھوٹا سا جزو ہے۔ اندلس میں صدیوں عرب اور یہود ساتھ ساتھ رہے ہیں۔ یہ صورت حالات فلسطین میں بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت سوال اگر یہ پڑتا ہے کہ فلسطین میں آکر بسنے والا یہودی برطانوی سامراج کا جوڑی دار جمہوری حکومت کا ہر صورت میں مخالف، اور فلسطین کی اقتصادی زندگی کو آہستہ آہستہ بین الاقوامی سرمایہ داری کے زیر نگین لانا چاہتا ہے سلہ

اختتام کلام پر یہ خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ عرب آزادی کی تحریک جو اس وقت فلسطین میں نمایاں ہے وہ اُس آزادی کی عالمگیر تحریک کا جزو ہے جس میں بحر روم کے ارد گرد کی اسلامی دنیا شام سے لیکر مراقش تک سرشار نظر آتی ہے

سلہ خود ایک امریکن یہودی مسٹر ریوسکی کا یہ خیال ہے کہ اگر سرزمین فلسطین میں جمہوری حکومت قایم ہو جائے تو عربوں سے زیادہ یہودیوں کو اُس سے فائدہ پہونچے گا (ملاحظہ ہو "فلسطین کے یہود" مطبوعہ کنگ)